

## سیلاب کی تباہ کاریاں

عرفان احمد بھٹی

”میں اس وقت سیلاب سے متاثرہ علاقوں کے کوئے کوئے میں جا رہا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے سیلاب کی تباہ کاریوں کے دردناک مناظر دیکھے ہیں۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ میں ان کی تفصیل بیان کر سکوں“۔ یہ الفاظ پنجاب کے وزیر اعلیٰ کی جانب سے جاری کردہ اشتہارات میں دیے گئے ہیں۔ یہ دردناک مناظر ہمارے حکمران آج نہیں بلکہ لذتیں کئی برسوں سے دیکھ رہے ہیں۔ صرف گذشتہ چار سالوں میں ہی تین مرتبہ ہمارا ملک سیلاب کی تباہی کا شکار ہو چکا ہے، یعنی ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۲ء، ۲۰۱۳ء۔ ماضی میں جھانکیں تو ۱۹۵۵ء اور پھر ۱۹۷۶ء، ۱۹۸۸ء، ۱۹۹۲ء سے اب تک ۲۰ سیلاب پاکستان کو زبردست نقصان پہنچا چکے ہیں۔ یہ سیلابی سلسلے اب تک ۱۱ ہزار سے زائد لوگوں کی جان لے چکے، اور ایک لاکھ ۸۰ ہزار سے زائد یہاں اور ۵ لاکھ مکانات متاثر ہو چکے ہیں۔

ہماری معيشت کا بڑی حد تک انحصار زراعت پر ہے کیوں کہ ہماری مجموعی قومی پیداوار کا ۲۱ فی صد، روزگار کا ۲۵ فی صد اور برآمدات کا ۲۰ فی صد انحصار زراعت پر ہے۔ زرعی ماہرین کے مطابق حالیہ سیلاب سے تقریباً ۲ لاکھ ۳۰ ہزار ایکٹر کیس، ۲ لاکھ ۴۰ ہزار ایکٹر دھان، ۲۵ ہزار ایکٹر گنا کی فصل، جب کہ ۳۵ ہزار ایکٹر پر سبزیاں، ۲۵ سے ۳۰ ہزار ایکٹر پر چارہ جات تباہ ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ۲۵۰ کے قریب پولٹری فارم اور ۲۵ سے ۳۰ ہزار جانور اس سے متاثر ہوئے۔ ماہرین معيشت ۲۲۰/۱ رب روپے کے نقصان کا اندازہ کر رہے ہیں۔

سیلاب کے اس موسم میں آپ ان علاقوں کی جانب جائیں جہاں سیلاب سے متاثر

غیریب کسان اور بے آسودیہاتی بے سروسامانی کی کیفیت میں اپنے گھر بارٹ جانے کے بعد

ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، اکتوبر ۲۰۱۳ء

کھلے آسمان تلے پڑے ہیں۔ یہ خانماں بر باد لوگ جن کی بر بادی پر حکومت، انتظامیہ، سیاسی و سماجی ادارے ہر سال ماتم کرتے ہیں اور پھر سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے اس کائنات کو انسان کے لیے مسخر کیا ہے کہ خلافتِ ارضی کے بہترین انتظام کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروے کار لائے اور اس کا بہتر انتظام اور انصرام کرے۔

اگر ہم سیالابوں کے حوالے سے دنیا میں ہونے والے معاملات کا جائزہ لیں تو ہمارے سامنے بے شمار مثالیں نہ صرف موجود ہیں بلکہ ان کی بدولت دنیا نے ایسی بہت سی آفات اور تباہیوں سے کافی حد تک محفوظ کر لیا ہے۔ ۲۰۰۲ء میں یورپ میں سیالاب آیا تو یورپین یونین کے ممالک کو پن ہیگن میں اکٹھے ہوئے۔ ان سب ممالک نے اس کا جائزہ لے کر اپنے ممالک میں ڈائرکٹ و اثر مقرر کیے۔ فرانس، ہالینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک گروپ نے جامع دستاویز تیار کی۔ ۲۰۰۳ء میں ان تمام ممالک کے نمائندوں نے اس دستاویز کو منظور کیا۔ سیالاب سے نہیں کے بارے میں منصوبہ بندی کی جس میں پانی کو جمع کرنے کی تدابیر اور تعمیراتی اقدامات (یعنی ڈیم وغیرہ بنانے کے مسائل)، حتیٰ کہ سیالاب سے پیدا ہونے والی بیماریوں کا سد باب اور علاج و صحت سے متعلق تدابیر، عوامی شرکت سے اس کے سد باب کی تدابیر جیسے اقدامات کو زیر بحث لا یا گیا ہے۔ جاپان نے بھی اس بارے خصوصی منصوبہ سازی کی ہے۔ ان میں دریاؤں کے کناروں کی مضبوطی اور بلندی، نکاسی آب کے بہتر انتظامات اور پانی کے اخراج کے لیے پچ اسٹیشن، تبادل حکمت عملی، آبادی کا انخلاء، تبادل آبادکاری جیسے اقدامات قابل ذکر ہیں۔ ہالینڈ نے سیالابوں کے دریائی پانی کو تقسیم کرنے اور زور گھٹانے کے لیے نہریں کھودی ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے سیالاب کے بعد بنگلہ دیش نے اس طرح سے کام کیا ہے کہ وہاں بڑے بڑے تالابوں، سیالابی علاقوں کی درجہ بندی، تبادل راستوں کی تعمیر، ڈیموں اور بیراجوں کی توسعی اور اجتماعی حکمت عملی کی وجہ سے ۱۹۹۸ء میں وہاں سیالاب کے نقصانات ۱۰ افی صد سے بھی کم رہ گئے۔ ۱۹۶۸ء میں لکھی گئی ایک روپرٹ میں یہ سفارش کی گئی تھی کہ پاکستان کو ہر سال بعد ایک تربیلا جیسے ڈیم کی ضرورت ہے۔

بھارت اب تک ۲۱۹۲ ڈیم اور بیراج بنانے کا ہے، جب کہ ہمارے ہاں گذشتہ چھے عشروں سے ڈیموں کے قیام پر بھگڑے ہو رہے ہیں اور پاکستان میں جو ڈیم یا بیراج بننے ہیں ان کی تعداد

۶۲ ہے۔ بھارت میں ۲۱۵ ملین ایکڑ فٹ پانی ذخیرہ کیا جاتا ہے، جب کہ پاکستان میں فضل پانی ذخیرہ کرنے کی حد صرف ۱۸ ملین ایکڑ فٹ ہے۔

یہ سب کچھ پڑھن کر ہم یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ کیا ہمارے ملک میں بھی اس پر کوئی کام ہوا؟ یقیناً ہوا لیکن بد قسمتی سے یہ سب کام فاکلوں کا پیٹ بھرنے اور فاکلوں کے انبار لگانے کے علاوہ کسی عملی قدم کی طرف بڑھتا شاید اس لیے دکھائی نہیں دیتا کہ ہمارے ہاں نہ قانون کی عمل داری ہے اور نہ انصاف اور احتساب کا کوئی تصور۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ایک محکمہ ناکام ہوا تو دوسرا محکمہ اور وہ ناکام ہوا تو پھر تیرسا۔ ہمارے ہاں اس وقت سیالاب اور پانی کے معاملات پر پانچ محکمے کام کر رہے ہیں۔ اگر ۱۹۵۵ء کے تباہ کن سیالاب کے بعد ہی عملی اقدام کر لیے جاتے تو آج ہم یقیناً اپنے ہونے والے تقصیمات سے کافی حد تک محفوظ ہو چکے ہوتے۔

سیالابوں کی روک تھام کے لیے جنگلات کا جو کردار ہے اس سے کسی کو انکار نہیں لیکن ہمارے ہاں جنگلات میں اضافہ تو کجا نہ ہوں، راجباہوں، کھالوں کے کنارے لگے درخت پچھلے چند برسوں میں مکمل طور پر غائب ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو نبی پانی کا تحوارِ دباؤ آتا ہے ہماری نہریں اور کھالے جو محکمہ آب پاشی کی ملی بھگت اور کرپشن سے پہلے ہی کمزور ہو چکے ہیں، پانی کے بہاؤ کے سامنے ریت کی دیوارِ ثابت ہوتے ہیں۔

شاہراویں کی تعمیر کے دوران برساتی نالوں کی گز رگا ہوں کے لیے پُل نہیں بنائے جا رہے۔ اس لیے ایسی ناگہانی صورت حال سے ختنے کے لیے شاہراویں میں نقب لگائے جاتے ہیں اور پھر ہمارے منتخب نمایندوں کے قربی، ٹھیکے دار حضرات ان شاہراویں کی تعمیر و مرمت کے لیے نئے سرے سے ٹینڈر دیتے ہیں۔ اربوں روپے کے ٹھیکے من پسند لوگوں کو دیے جاتے ہیں۔ ہر آنے والے سیالاب اور قدرتی آفات کے بعد ان لوگوں کی چاندی ہوتی ہے۔ کچھ نہاد کمیشن قائم کر دیے جاتے ہیں جن کی سفارشات کبھی نہ سامنے لائی جاتی ہیں اور نہ عمل درآمد کرنے کی کوئی کوشش ہی کی جاتی ہے۔ ۲۰۱۰ء کے سیالاب میں بھی چند لوگوں کے مفادات کے تحفظ کی خاطر لاکھوں ایکڑ رقبے پر کھڑی فصلوں کو تباہ کر دیا گیا۔ ہزاروں لوگوں کو بے گھر ہونا پڑا، جو شاید ابھی تک بھی مکمل طور پر بحال نہیں ہو سکے۔ تحقیقات ہوئیں لیکن کبھی دوبارہ زیر بحث نہ آئیں اور نہ ان

پر عمل ہی ہوا۔ آج پھر ہم سیالب کی لپیٹ میں ہیں تو جسٹس منصور کمیشن کی رپورٹ کے تذکرے کیے جا رہے ہیں۔ کوئی اس کو جھوٹ قرار دے رہا ہے اور کوئی سچ۔

ہرسال ہونے والی بارشوں کا ۵۷ فی صد صرف چار ماہ میں (جون تا ستمبر) ہوتا ہے۔

ماہرین کے اندازوں کے مطابق ہرسال ہمارا ۸۰۰ ملین ڈالر کا نقصان صرف قدرتی آفات کی وجہ سے ہوتا ہے اور ہم مسلسل ان خطرات کی زد میں ہیں۔ انٹرنیشنل ریڈ کراس کے مطابق ۲۰۲۵ء تک ترقی پذیر ممالک کے ۵۰ فی صد لوگ سیالابوں اور طوفانوں کے خدوں سے دوچار ہوں گے۔ سائنس دانوں نے تحقیق کی ہے کہ گرم آب و ہوا ہماليہ کے بڑے بڑے دریاؤں پر آنے والے سالوں میں بہت اثر انداز ہوگی۔ ان دریاؤں میں ۲۰۵۰ء تک پانی کے بہاؤ میں اضافے کا ہی امکان ہے۔ ہم یہ بات مانیں یا نہ مانیں لیکن حقیقت ہے کہ سیالابوں پر دنیا بھر میں شخصیات اور کیمروں کی چکا چوند نے نہیں اداروں نے قابو پایا ہے۔

سیالب، سماوی اور قدرتی آفات میں سے ہے۔ جس طرح ایک سمجھدار انسان اور ذمہ دار معاشرہ اور فرض شناس انتظامیہ اس مقصد کے لیے کوشش رہتی ہے کہ بیاریوں سے بچاؤ کے لیے حفاظتی تدابیر کرے اور علاج معالجے کے بندوبست کی فکر کرے، اسی طرح ایسی آفات و آزمائشوں سے بچاؤ کے لیے بروقت، قابل عمل اور موثر حکمت عملی کو بروے کار لانا ایک ذمہ دار ریاست کے لیے ضروری ہے۔

سیالب کی تباہ کاریوں سے بچاؤ، فاضل پانی کو محفوظ یا ایسے سیالابی اور آلبی راستوں کو بنانے کا اہتمام کیا جانا چاہیے، جس سے یہ پانی تباہی کے بجائے زندگی کے لیے مفید ثابت ہو سکے۔ اسی طرح دریائی یا برساتی گزرگاہوں کو گہرا کرنے، سیالابی راستوں سے تجاوزات کو ختم کرنے اور سیالب کا نشانہ بننے والے علاقوں میں مکانات کی تعمیر کے لیے رہنمائی اور مددوی جائے۔ موئی اور سیالابی اطلاعات کی ترسیل کے مراکز کی جانب سے بروقت اطلاع دینے کا بندوبست کیا جائے اور اب تک مقرر کیے گئے سیالابی کمیشنوں کی رپورٹوں پر عمل درآمد کے لیے ایکشن پلان منظور کیے جائیں۔ ایک یادو سال کی تباہی سے پہنچنے والے نقصان کے برابر قم سے آئندہ بہت سے نقصان سے محفوظ رہنے کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔